تفری اور گہرائی کے ساتھ شعر کہتے وقت یا شعری فکر کے استغراق کے وقت اپنی کیفیت نہیں بیان کی ہے جیسا کہ اقبال نے کیا ہے۔

می شود پردہ چشم پر کاہی گاہی — دیدہ ام ہر دو جہاں را بنگاہی گاہی
وادی عشق بسی دور و دراز است ولی — طی شود جادہ صد سالہ بآہی گاہی
در طلب کوش و مدہ دامن امید ز دست — دولتی ہست کہ یابی سر راہی گاہی

شاعر کی نگاہ جب فکر میں ڈوبتی ہے تو اکثر ایک نظر میں تمام کائنات کا احاطہ کر لیتی ہے اقبال نے اس حقیقت کی طرف جس قادر الکلامی سے ان اشعار میں اشارہ کیا ہے وہ معمولی شاعر نہیں کر سکتا۔

اسی طرح عشق کا جو روایتی گھسا پٹا تصور فارسی شاعری میں رہا ہے اقبال نے اس سے بلند ہو کر اسے حقیقی اور مجازی دونوں تصورات سے نکال کر ایک نئے معنیٰ عطا کیے ہیں اور وہ معانی عشق کا عقل سے تقابل کرنے پر سامنے آتے ہیں اقبال ہی کا ایک مصرعہ اس بات کی وضاحت کرتا ہے ؎

زرہ درد دل از علم فلاطون بہ

اقبال کہتے ہیں کہ افلاطون کے تمام تر علم کے مقابلے پر درد دل کی ایک رمق کہیں زیادہ وقیع اور گراں قدر و قیمت رکھتی ہے۔

اسرار خودی اور رموز بے خودی میں اقبال نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ ایک مکمل فلسفہ حیات کا درجہ رکھتا ہے لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ اتنے بڑے فلسفہ کو انہوں نے انتہائی سادہ اور عام فہم فارسی زبان میں نظم کر دیا۔ انہوں نے خودی اور بیخودی پر جس انداز سے طبع آزمائی کی ہے وہ انھیں کے بس کی بات تھی فارسی کے دوسرے بڑے شعرا میں سے کسی نے بھی اس طرح سے اشعار نہیں کہے ہیں اقبال نے خودی کا احساس شدت کے ساتھ کیا ہے، وہ اسکو انسان کی زندگی کے لیے لازم

سمجھتے ہیں اگر انسان میں خودی موجود ہے تو وہ آرزو اور جستجو کرے گا اور جب آرزو یا خواہش کرے گا تو وہ اس آرزو اور خواہش کو پورا کرنے کے لئے جستجو اور جدوجہد کرے گا، اور یہی جستجو، محنت اور جد وجہد انسان کو زندۂ جاوید بنا دیتی ہے۔ آرزو، تمنا، جستجو، زندگی اور خودی یہ سب آپس میں جڑے ہوئے ہوتے ہیں اس نکتہ کو علامہ اقبال نے کتنی سادہ اور عام فہم فارسی میں پیش کیا ہے چند اشعار حسب ذیل ہیں جو اقبال کی سادہ روش اور عام فہم فارسی کی نشاندہی کرتے ہیں ؎

دل ز سوز آرزو گیرد حیات
غیر حق میرد چو او گیرد حیات
آرزو ہنگامہ آرائی خودی
موج بیتابی زور یائی خودی

اگر انسان احساس خودی نہیں کرتا ہے تو اس کے دل میں تمنا اور آرزو پیدا نہیں ہوگی، ان آرزؤں اور تمنا کا دل میں نہ ہونا انسان کی مردہ دلی کی علامت ہے اس خیال کو بہت سادگی کے ساتھ اس شعر میں پیش کیا ہے ؎

چوں ز تخلیق تمنا باز ماند
شہپرش اشکست واز پرواز ماند
زندہ را نفی تمنا مردہ ... کرد
شعلہ را نقصان سوز افسردہ کرد

بالا نوشتہ ان دو اشعار میں علامہ اقبال نے زندگی کا مکمل فلسفہ پیش کر دیا ہے۔ اقبال کے کلام کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے امیر خسرو سے لے کر غالب تک بکھرے ہوئے شعری ادب پر مفکرانہ نظر ڈالی ہے اور اسکے زندہ عناصر کو اپنی شاعری میں جذب کر لیا ہے۔ انھوں نے بہت سے فارسی شاعروں کا نام لیا ہے اور